حضرت مولانا شمس الحق عظیم آبادی رح

قسط نمبر ۴

عون المعبود شرح سنن ابی داؤد

یہ شرح دراصل غایۃ المقصود کا اختصار ہے جو مبسوط چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ مبارک شرح پہلی بار مطبع انصاری دہلی سے طبع ہوئی، پہلی تین جلدیں تو حضرت میاں صاحبؒ دہلوی کی زندگی ہی میں ۱۳۱۹ھ میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر قبول عام حاصل کر چکی تھیں۔ البتہ آخری جلد ۱۳۲۳ھ میں طبع ہوئی۔ اس کے بعد دار الکتاب العربی بیروت سے اس کا فوٹو عکس دوسری بار شائع ہوا اور ۱۹۶۸ء/۱۳۸۸ھ کو شیخ محمد عبد المحسن الکتبی مالک المکتبۃ السلفیہ۔ مدینہ منورہ نے تیسری بار[1] طباعت کا اہتمام کیا اور اسے حروف ابجد پر چودہ (۱۴) جلدوں میں شائع کیا۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ "المکتبۃ السلفیہ" کی دیگر مطبوعات مثل سنن دار قطنی، معجم طبرانی صغیر وغیرہ کی طرح اس میں بھی طباعتی اغلاط بکثرت ہیں۔ مولانا محمد عزیر صاحب نے لکھا ہے کہ طبع ثالث میں کثرت اغلاط کی بنا پر عرب میں بعض علم دوست حضرات نے اس کی طبع رابعہ کا فیصلہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی پہلی دو جلدوں کا خطی نسخہ خدا بخش پٹنہ لائبریری میں محفوظ ہے جن کا نمبر شمار ۱۳۷۹ - ۱۳۸۱ ہے جس کا جلد اوّل ۲۳۴ ورق میں اور ثانی ۱۱۴ ورق میں مشتمل ہے جو ہمارے مطبوعہ نسخہ کے اعتبار سے ص ۱۶۹ ج ۲ تک ہے جس پر مؤلف کے قلم سے کچھ زیادات ہیں جس سے اس نسخہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے حیاۃ المحدث (ص ۱۴۲-۱۴۳) اور حال ہی ۱۳۹۹ھ میں اس کا چوتھا ایڈیشن بڑی آب و تاب سے ادارہ نشر السنۃ ملتان نے جو شائع کیا ہے

---

[1] شیخ الکتبی نے الطبعۃ الثانیہ لکھا ہے جو صحیح نہیں غالباً انھوں نے طبعہ ثانیہ کا اعتبار اس بنا پر نہیں کیا۔ کہ وہ طبع اوّل کا ہی فوٹو آفسٹ ہے۔ یا پھر طبعہ ثانی پر وہ مطلع نہیں ہو سکے واللہ اعلم۔

جو ہندی نسخہ کا ہی تو عکس فوٹو ہے اور مناسب کتابی سائز ہے

سببِ تالیف صوبہ بہار میں یہ بات مشہور تھی کہ ابو داؤد کی شرح کا خیال سب سے پہلے مولانا رفیع الدین صاحب[۱] شکرانوی احمد کو ہوا اس بات کا علم جب علامہ ڈیانوی کو ہوا۔ تو انہوں نے مسابقت کرتے ہوئے شرح کی طرح ڈالی۔ مولانا شکرانوی کو اس کی محرومی کا صدمہ تاحیات رہا۔ لیکن یہ بات نہ صرف ثبوت کی محتاج ہے۔ بلکہ حقائق اس کا ابا کرتے ہیں۔ مولانا شفیع احمد بہاری اس بات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ اس کی کوئی اصلیت نہیں ممکن ہے کہ مولانا شکرانوی کو خیال ہوا ہو مگر اس کا کوئی اثر مولانا ڈیانوی نے نہیں لیا۔ (برھان جولائی ۵۱ء) مولانا ڈیانوی کے شرح لکھنے کا سبب مولانا سید محمد تلطف حسین جو مولانا ڈیانوی کے ہم عصر اور ہم مشرب تھے یوں بیان کرتے ہیں۔

> ہم نے ایک جماعت کی موجودگی میں حضرت میاں نذیر حسین صاحب سے بارہا سنا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے پاس ابو داؤد کا ایک نسخہ تھا جس کا متعدد نسخوں سے مقابلہ کرتے ہوئے پوری کتاب کو تحشیہ و تعلیقات سے آراستہ کیا گیا تھا جس میں کتاب کے تمام مشکل مقامات کا حل تھا اور حضرت شاہ صاحب کا علماء پر یہ بہت بڑا احسان تھا خوش قسمتی سے یہی نسخہ حضرت میاں صاحب کے ہاتھ لگا۔ لیکن ۱۸۵۷ء کے حادثہ فاجعہ میں یہ قیمتی نسخہ ضائع ہو گیا۔ میاں صاحب کو ہمیشہ اس کا رنج دائم دامنگیر رہتا اور بارہا فرماتے کہ کاش کہیں وہ نسخہ مل جائے تو باوجود کمی سرمایہ کے ہر قیمت پر اسے خرید لوں۔ حضرت میاں صاحب کی زبان سے ہمارے دوست ابو الطیب (محدث ڈیانوی) کا بارہا یہ تذکرہ سنا کہ یہ سنن ابی داؤد کی شرح کا سبب بنا۔ جس میں انہوں نے اپنی تمام تر کوشش صرف کر دی
>
> عون المعبود ۵۵۲ ج ۴

خوش قسمت کہ محدث ڈیانوی اپنے مقصد عزیز میں کامیاب و کامران ہوئے حضرت میاں صاحب کی زندگی ہی میں جب اس کی تین جلدیں شائع ہوئیں۔ تو انہیں دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور جب سنن کا مطالعہ کرتے تو اس کے شارح و طابع کے لیے دعا کرتے اور فرماتے

[۱] آپ بھی صدیقی شیخ اور محدث ڈیانوی کے معاصد تھے حضرت میاں صاحب سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ محدث ڈیانوی ہی کی طرح نوادرات و مخطوطات کا بیش بہا ذخیرہ انہوں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

"زال عنی الهموم التی حصلت لی باضاعۃ النسخۃ العزیزیۃ"

یعنی نسخہ عزیزیہ کے ضیاع سے جو غم لاحق ہوا تھا وہ اس نسخہ سے دور ہوگیا جس سے اس شرح اور اس کے متن کی قدر منزلت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

عون المعبود کی اہمیت اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ محدث ڈیانوی رح نے عرب و عجم سے سنن ابی داؤد کے گیارہ نسخے جمع کیے، جن میں تین مطبوعہ اور آٹھ خطی تھے جن کی مدد سے متن کی تصحیح کا خاص اہتمام کیا۔ ان نسخوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) نسخہ مکتوبہ ۱۰۳۰ھ بخط شیخ صدیق بن محمد حنفی زبیدی تلمیذ علامہ زکی الدین طاہر بن حسین بن عبدالرحمن رحمہما اللہ۔

(۲) نسخہ مکتوبہ ۱۱۷۵ھ بخط شیخ محمد غلیلی، اس پر علامہ مرتضیٰ زبیدی صاحب تاج العروس کے خطوط تھے۔

(۳) نسخہ مکتوبہ ۱۱۸۳ھ بخط سید یحییٰ بن احمد بن علی بن احمد بن حسین یمنی۔

(۴) نسخہ صحیحہ عتیقیہ، یہ نسخہ حضرت مولانا سید نذیر حسین المعروف حضرت میاں صاحب محدث دہلوی کی ملکیت تھا۔ مگر نامکمل تھا۔

(۵) نسخہ مکتوبہ ۱۲۲۴ھ بخط مرزا حسن علی محدث لکھنوی تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی، یہ نسخہ مولانا عبدالحی لکھنوی کی ملکیت تھا۔

(۶) ایک نسخہ ایسا تھا جو شیخ عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی کے نسخہ سے مقابلہ شدہ تھا، شیخ ملجی کے نسخہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے۔ یہ ۱۰۹۹ھ میں بارہ نسخوں سے مقابلہ کرکے لکھا گیا تھا۔

(۷) قاضی حسین بن محسن انصاری یمنی کے اصل نسخہ سے مقابلہ کردہ نسخہ۔

بقیہ حاشیہ

نے بھی جمع کر رکھا تھا۔ سنن ابی داؤد کے رجال پر انہوں نے ایک مستقل رسالہ بنام "رحمۃ الودود علی رجال سنن ابی داؤد" لکھا ہے، حالات کے لیے دیکھیے۔ اہلحدیث امرتسر ۲۴ اکتوبر ۱۹۱۹ء ج ۱۶ شمارہ ۴۷ برھان دہلی فروری ۱۹۵۱ء (نزہۃ الخواطر ص ۱۰۳ ج ۸۔

(۸) نسخہ عنبقیہ قدیمہ ناتمام جوکہ ابن داسہ کی روایت سے تھا۔

(۹) مطبوعہ مصر ۱۲۸۰ھ۔ (۱۰) مطبوعہ دہلی ۱۲۷۲ھ جو مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری کے اصلی مکی نسخہ سے منقول تھا۔ جو حضرت مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی مرحوم سے دستیاب ہوا۔

(۱۱) نسخہ مطبوعہ ہند جوکہ ہند کے ایام فتن میں چھپا تھا۔ اور اس پر حواشی بھی نہ تھے (عون المعبود ص ۵۲۲-۵۲۳ ج ۴)

محدث ڈیانوی ان نسخوں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے خود لکھتے ہیں۔

ان گیارہ نسخوں میں ایک نسخہ بروایت ابن داسہ ہے اور باقی لؤلؤی کی روایت سے ہیں۔ میں نے نسخہ عنبقیہ کو اصل قرار دیتے ہوئے اہل علم کی ایک جماعت کی اعانت سے جب مقابلہ کیا تو ان میں چار قسم کے اختلافات پائے گئے۔

(۱) متون واسانید کے الفاظ میں اختلاف۔

(۲) ابواب کے الفاظ میں اختلاف اور بعض نسخوں میں ایک باب کے تحت متعدد احادیث ہیں اور بعض میں وہی احادیث مختلف ابواب کے تحت ذکر کی گئی ہیں۔

(۳) کتاب اور ابواب کی تقدیم و تاخیر میں اختلاف۔

(۴) بعض نسخوں میں احادیث زیادہ اور بعض میں کم اس اختلاف کو دیکھ کر میں بہت حیران ہوا اور نسخہ لؤلؤی کے امتیاز میں بڑی مشکل میں مبتلا ہوا۔ لیکن ائمہ متقدمین کی کتب مثلاً تحفۃ الاشراف للحافظ المزی، مختصر السنن للحافظ المنذری، جامع الاصول للحافظ ابن الاثیر، معالم السنن للخطابی، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، المنتقی امام مجد ابن تیمیہ، کتاب الاحکام عبدالحق اشبیلی، نصب الرایہ للزیلعی، حاشیہ سنن ابی داؤد ابن قیم، التلخیص الحبیر لابن حجر، الاستیعاب لابن عبدالبر، اسد الغابہ ابن اثیر، تجرید اسماء الصحابہ ذہبی، الاصابۃ ابن حجر اور دیگر معتمد [illegible] دو معتمد کتب کو دیکھا تو بحمد اللہ یہ اشکال رفع ہو گیا۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ نساخ حضرات نے لؤلؤی کے نسخہ میں دوسرے نسخوں کو بھی غلط ملط کر دیا ہے۔ چنانچہ نسخہ لؤلؤی کو سامنے رکھ کر اس کی ایک ایک حدیث کا مختصر سنن ابی داؤد للمنذری سے مقابلہ کیا۔ اور اور جسے اس مختصر اور حافظ المزی کی تحفۃ الاشراف کے مطابق پایا۔ اسے لؤلؤی کی روایت قرار دیا۔ خواہ وہ حدیث لؤلؤی کے علاوہ دوسرے نسخوں میں موجود ہے یا

نہیں اور وہ حدیث جو بعض نسخوں میں موجود ہے۔ مگر وہ مختصر منذری ؒ میں مذکور نہیں اور نہ ہی اس کا انتساب علامہ المزی ؒ نے لؤلؤی کی طرف کیا ہے۔ بلکہ کہا ہے کہ ابن داسہ یا ابن العبد یا ابن الاعرابی کے نسخہ کی روایت ہے۔ جس سے قطعی طور پر معلوم ہو گیا کہ یہ لؤلؤی کی روایت نہیں ہے میں نے شرح کے لیے گو نسخہ لؤلؤی کو منتخب کیا ہے۔ مگر مذکورہ نسخوں میں جو روایات اس سے زائد ہیں۔ انہیں بھی نہیں چھوڑا تاکہ فائدہ تام حاصل ہو۔ البتہ غیر لؤلؤی کی روایت کے تحت علامہ المزی ؒ کی تحفۃ الاطراف کی مدد سے اشارہ کر دیا ہے کہ یہ فلاں نسخہ کی روایت ہے تاکہ نسخہ لؤلؤی اور دیگر نسخوں میں اختلاط واقع نہ ہو" منہا۔ عون المعبود ص ۵۴۸/۵۴۹ ج ۴)

متن کی تصحیح کے متعلق محدث ڈیانوی کی اس کاوش کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ باب السواک لمن قام باللیل کے آخر میں جو روایت حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

> یہ روایت اکثر نسخوں میں موجود نہیں اور نہ ہی یہ مختصر منذری ؒ اور علامہ خطابی ؒ کی شرح معالم السنن کے نسخہ میں ہے۔ البتہ یہ بعض مطبوعہ نسخوں میں موجود ہے بعض میں تو اسی باب کے تحت اور بعض میں "باب الرجل یستاك بسواك" کے تحت مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث کی موافقت ان دونوں ابواب سے ثابت نہیں ہوتی۔ یہ دیکھ کر جامع الاصول لابن اثیر ؒ کی طرف مراجعت کی تو اس میں انہوں نے اسے ابو داؤد کی بجائے صحیح مسلم کی طرف منسوب کیا لیکن ... ابن تیمیہ ؒ نے المنتقی میں لکھا ہے۔ اخرجه الجماعة الا البخاری والترمذی۔ اسی طرح شیخ کمال الدین الامیری نے حاشیہ ابن ماجہ میں اسے ابو داؤد وغیرہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ جس سے میرا اشکال مزید تقویت اختیار کر گیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مجمع تحفۃ الاشراف کے مطالعہ کی نعمت سے نوازا تو وہاں اسے مسلم، ابو داؤد نسائی، ابن ماجہ کی طرف منسوب پایا اور ساتھ ہی یہ تصریح بھی مل گئی کہ ابو داؤد کی یہ روایت ابوبکر بن داسہ کی ہے۔ جس سے میرا اشکال رفع ہو گیا کہ یہ روایت فی الاصل ابن داسہ کی ہے۔ لیکن نساخ نے اسے لؤلؤی کے نسخہ میں درج کر دیا ہے۔"

اس قسم کے دیگر متعدد مقامات ایسے ہیں جہاں انہوں نے متن کی تصحیح میں تحقیق

کا حق ادا کیا ہے۔ لیکن اس تحقیق وتنقیح کے باوجود بعض مقامات مزید غور وفکر کے محتاج ہیں۔ اس فن میں حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ کی تنقیح وتہذیب سے کون واقف نہیں، لیکن اس سلسلہ میں وہ بھی اس نوعیّت کی فروگزاشتوں سے محفوظ نہیں رہے۔ بالآخر کوئی ہے بھی۔ جس کا قدم اس چشمہ صافی غواصی میں ڈگمگانے سے محفوظ رہا ہو۔ مولانا ڈیانویؒ بھی آخر انسان تھے۔ ان سے بھی اگر اس قسم کی کوتاہی واقع ہوئی تو کوئی اچنبے کی بات نہیں۔ مثلاً امام ابوداؤد باب صلاۃ اللیل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت جو بواسطہ ابوسلمہ اور علقمہ بن وقاص سے مروی ہے کہ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"روی الحدیث بن خالد بن عبد اللہ الواسطی عن محمد بن عمرو مثلہ قال فیہ قال علقمۃ بن وقاص یا امتاہ کیف کان یصلی الرکعتین فذکر معناہ حدثنا وھب بن بقیۃ عن خالد ح ونا ابن المثنیٰ نا عبد الاعلیٰ نا ھشام الخ"

ابوداؤد مع العون ص۵۱۵ ج۱

مولانا ڈیانویؒ اس سند کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"روایۃ وھب بن بقیۃ عن خالد عن ھشام ما وجدناھا فی اطراف المزی وامار وایۃ ابن المثنی عن عبد الاعلیٰ فثابتۃ فیہ واللہ اعلم"

یعنی وہب بن بقیہ کی روایت حافظ ابوالحجاج المزیؒ کی تحفۃ الاشراف میں ہمیں نہیں ملی البتہ ابن المثنیٰ کی روایت موجود ہے۔ لیکن دراصل مولانا موصوف سے تسامح ہوا ہے۔ جبکہ وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہشام کی روایت "ابن المثنیٰ نا عبد الاعلیٰ" اور "وہب بن بقیۃ عن خالد" دو مختلف طریق سے مروی ہے اور درمیان "ح و نا" تحویل الاسناد کے حرف سے ہے۔ حالانکہ یوں نہیں بلکہ امام ابوداؤد "حدثنا وہب بن بقیہ عن خالد" سے دراصل سابقہ روایت جو روی الحدیث بن خالد بن عبداللہ الواسطی" کے الفاظ سے معلق ذکر کی ہے۔ اسے متصل بیان فرما رہے ہیں جس کی تائید السنن الکبریٰ سے ہوتی ہے۔ امام بیہقی لکھتے ہیں۔

"قال ابو داؤد روی الحدیث بن خالد بن عبد اللہ عن محمد بن عمرو مثلہ قال فیہ قال علقمۃ بن وقاص یا امہ کیف کانا یصلی الرکعتین فذکر معناھا حدثناہ وھب بن بقیۃ عن خالد انتھی۔ (السنن الکبری ص۳۳ ج۳)

غور فرمائیے یہ بعینہ وہی الفاظ ہیں جو سنن ابی داؤد میں ہیں مگر امام بیہقیؒ نے اسے

"حدثنا وھب بن بقیۃ عن خالد" ضمیر کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جس سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ یہ سند سابقہ معلق روایت کی ہے۔ مگر بعض نساخ سے یہ غلطی ہوئی کہ اولاً "حدثناہ" سے ضمیر ساقط ہو گئی اور یہ سمجھ لیا کہ "نا ابن المثنیٰ نا عبدالاعلیٰ" دوسری سند ہے اس لیے "ح ونا" کا اضافہ کر دیا جو کہ صحیح نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہشام کی روایت کو حافظ المزیؒ نے وہب بن بقیہ عن خالد کے واسطے سے ذکر نہیں کیا۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے بھی اس مقام کی خوب وضاحت کی ہے اور لکھا ہے کہ "نسخہ احمدیہ" میں "ح ونا" متن میں نہیں، بلکہ حاشیہ میں ہے۔ بات دراصل وہی ہے جو ہم عرض کر آئے ہیں۔ کہ نساخ نے ہشام کی روایت کی دو اسناد خیال کرتے ہوئے "ح ونا"، کے الفاظ کا اضافہ کر دیا ہے۔ یہ لفظ متن میں ہو یا حاشیہ میں، بہر حال صحیح نہیں۔ واللہ اعلم۔ اسی طرح "باب فی السلام" میں حضرت وائل بن حجر کی روایت کے الفاظ یوں ہیں۔

"صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکان یسلم عن یمینہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعن شمالہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ" ابوداؤد مع العون صفحہ ۳۸۰ ج ۱

سنن کے تمام متداول نسخوں میں اسی طرح صرف "عن یمینہ" کے بعد "وبرکاتہ" کا اضافہ ہے اور "عن شمالہ" کے بعد نہیں۔ حالانکہ حافظ ابن حجرؒ نے بلوغ المرام میں ابوداؤد ہی کے واسطے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ اور اس میں "عن شمالہ" کے بعد بھی وبرکاتہ کا اضافہ موجود ہے۔ بلکہ مولانا عبدالصمد مبارکپوریؒ نے لکھا ہے کہ "ایک قدیم نسخہ میں دونوں موضوع میں یہ لفظ موجود ہے اور یہی صحیح ہے۔ اہلحدیث امرتسر ۶ شوال ۱۳۶۴ھ، ۱۴ ستمبر ۱۹۴۵ء۔ ہم انہی دو مقامات کی نشاندہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ تتبع و تلاش سے اس قسم کے مقامات بھی مل سکتے ہیں جو مزید غور و فکر کے محتاج ہیں۔ لیکن اس کے لیے محنت شاقہ وسیع مطالعہ اور کتب بینی کی ضرورت ہے۔ جس کا اس دور میں شدید فقدان ہے۔ بلکہ نوبت بایں جا رسید کہ ان جیسے مضامین پر لکھنا تو کجا پڑھنا بھی طبیعت پر شاق گزرتا ہے۔ سطحی قسم کے مضامین اور قصص و واقعات ہمارا منبع علم ہیں درساً بخاری شریف پڑھ لی۔ تو عالم و فاضل بن بیٹھے اور اگر صحیح بخاری کا ایک مرتبہ درس دے لیا تو شیخ الحدیث ہو گئے۔ اپنے اکابر کو دیکھیے اور ان کی خدمات کا جائزہ لیجیے، ان کی تعریف میں آپ علمائے مصر کو یوں رطب اللسان پائیں گے۔

"لولا عنایۃ اخواننا علماء الھند لعلوم الحدیث فی ھذا العصر لقضی علیھا بالزوال من امصار المشرق" مقدمہ مفتاح الھند

کہ اگر ہمارے ہندی علماء کی علومِ حدیث میں خدمات نہ ہوتیں تو علمِ حدیث دیارِ مشرق سے ختم ہو جاتا۔ محدث ڈیانوی اسی گروہ کے گل سر سبز تھے۔ جنہوں نے فن حدیث کی خالص سلفی نقطہ نظر سے خدمت کی۔ غایۃ المقصود کا تعارف آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اس کے علاوہ "عون المعبود" گو اس سے مختصر ہے تاہم سنن کے مشکل مقامات کی توضیح، فقہی اور فنی مباحث کی تنقیح میں ایسی بے مثل ہے کہ بقول شیخ محمد منیر دمشقی ـــ

"کل من جاء بعده من شیوخ الهند وغیره استمد وامن شرحه" الانموذج من اعمال الخیریه ص۶۲

ان کے بعد ہندوستان اور دیگر ممالک کے تمام شیوخ نے اس شرح سے استفادہ کیا ہے۔ عون المعبود کی جلد چہارم کے آخر میں اہل علم مثلاً علامہ محمد بشیر سہسوانی، قاضی ابو اسماعیل یوسف حسین خانپوری۔ مولانا حافظ محمد نعیم کریمی۔ شیخ ابو ابراہیم نذیر الفریدی۔ مولانا سید شاہجہاں دہلوی۔ سید محمد عبد الحفیظ دہلوی۔ استاد پنجاب حافظ عبد المنان وزیر آباد کے علاوہ محدث ڈیانوی کے شیخ حضرت مولانا قاضی حسین بن محسن انصاری یمانی کی آراء و تقاریظ دیکھی جا سکتی ہیں۔ شائقین حضرات اصل کی طرف مراجعت فرمائیں۔ ہم نے اختصار کے پیشِ نظر اس کی تفصیل کو حذف کر دیا ہے۔

خود مولف مرحوم نے گو اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس کتاب میں اختصار سے کام لیا ہے اور بجز بعض مواضع کے مذاہب کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے اجتناب کیا ہے۔ (عون ص۲ ج۱)، مگر جن مباحث پر انہوں نے قلم اٹھایا ہے۔ ان کی تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔ شائقین حضرات حسب ذیل مواضع کی مراجعت فرمائیں۔ (۱) بحث من ادرك الركعة فقد ادرك الصلاة ص۳۳۲، ۳۳۷ ج۱۔ (۲) بحث الجمعة فی القری ص۴۱۴، ۴۱۵ ج۱ (۳) الاذان بین یدی الامام لصلاة الجمعة ص۴۲۴، ۴۲۶ ج۱ (۴) عدد تکبیرات العیدین ص۴۴۷، ۴۴۸ ج۱۔ (۵) طلاق ثلاثہ ص۲۲۸، ۲۳۰ ج۲ (۶) صلاة جنازة اور اس کے مسائل ص۱۹۰۔ ۱۹۷ ج۳۔ (۷) غائبانہ نماز جنازہ ص۱۹۸۔ ۲۰۳ ج۳ (۸) حدیث نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر ص۳۷۰۔ ۳۷۹ ج۳ (۹) عورتوں کو لکھنے کی تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں (ص۱۳۔ ۱۵ ج۴ (۱۰) حدیث مجدد ص۱۷۸، ۱۸۲ ج۴۔ (۱۱) شرح حدیث نزول مسیح ص۲۰۳، ۲۰۷ ج۴ (۱۲) توثیق محمد بن اسحاق ص۲۷۱۔ ۲۷۳ ج۴ (۱۳) شرح احادیث امارات الساعة ص۱۹۱۔ ۱۹۵ ج۴

(۴) شرح حدیث یزال ھذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشرہ خلیفۃ الخ ص۱۶۷ ج۴
(۵) باب فیمن اعتق نصیبا لہ من المملوک ص ۳۷۰، ۴۰۰ ج ۴

ان مواضع کے علاوہ بھی بعض مقامات قابلِ مراجعت ہیں، جہاں مولانا ڈیانوی کے قلم کی جولانی اور تحقیق حق کی ادائیگی کی نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان میں بعض مقامات تو ایسے ہیں جو خصوصی شان لیے ہوئے ہیں اور یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ ان مباحث کی تفصیل کسی اور کتاب میں ملنا مشکل ہی نہیں، بلکہ محال ہے۔ کتاب الاشربہ میں عنبر، کستوری، زعفران، جوز بوا، جلوتری، عود ہندی اور افیون وغیرہ کے متعلق جو فاضلانہ بحث محدث ڈیانوی رح نے کی ہے۔ اس شرح میں صرف احادیث کی توضیح پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ وہ عصری مسائل پر بھی گفتگو فرماتے ہیں۔ اور باطل نظریات کی بیخ کنی کرتے ہیں۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی، فرقہ نیچریہ وغیرہ پر ص۲۰۵، ۲۰۶ ج۴ میں بھرپور وار کیا ہے اور ان کے عقائد و نظریات کا ابطال ظاہر کیا ہے۔ سیدین شہیدین حضرت مولانا سید احمد بریلوی اور سید محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمہما اللہ کی مساعی جمیلہ سے کون واقف نہیں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے سرفروشی کا وہ مظاہرہ کیا کہ قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہوگئی۔ مگر بدقسمتی سے ان کے رفقاء میں بعض غالی ایسے بھی ہوئے جنہوں نے بعد میں یہ خیال ظاہر کیا کہ سید احمد بریلوی رح معرکہ بالاکوٹ میں شہید نہیں ہوئے وہ روپوش ہوگئے ہیں اور وہی مہدی موعود ہیں معاذ اللہ۔ محدث ڈیانوی رح نے مہدی موعود کے مسئلہ پر جہاں شیعہ حضرات کے "امام غیب" کی حقیقت سے پردہ اُٹھایا ہے۔ وہاں سید احمد بریلوی کے متعلق اس غلط نظریہ کی پُرزور تردید کی ہے کہ وہ مہدی موعود ہیں۔ اور دوبارہ آئیں گے۔ اور بالآخر لکھا ہے

"و نعوذ باللہ من ھذہ العقیدۃ المنکرۃ الواھیۃ" عون ص۱۶۷ ج۴

ان مباحث کو دیکھ کر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے اس قول کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

• ھذا الشرح قاصر عن ان یسمی شرحا مع ان مولفۃ تجاوز عن الحد فی الطعن والسب کانہ تقلد صاحب غایۃ المقصود۔

مقدمہ بذل

کہ یہ شرح شرح کہلانے کی حقدار نہیں پھر اس کے مؤلف نے طعن و تشنیع میں حدود سے تجاوز کیا ہے اور اس باب میں مؤلف غایۃ المقصود کی تقلید کی ہے۔ ہمیں اعتراف ہے غایۃ المقصود

جیسی تفصیلی بحث اس میں نہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ شرح شرح کہلانے کی حقدار ہے۔ سورج پر تھوکنے کے مترادف ہے۔ جن مباحث کی ہم نے نشان دہی کی ہے۔ ان کا تقابل بذل المجہود سے کیجیے جس سے انشاء اللہ اس بات کی حقیقت کھل جائے گی۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ صوم وصلاۃ کے اختلافی مسائل کے بعد بذل المجہود کے آخری اجزاء کی سبقت ہی کیا ہے اور کون سے مباحث ہیں جن میں مؤلف مذکور نے اپنے اجتہادی جوہر دکھلائے ہیں۔ جہاں تک آخری الزام کا تعلق ہے وہ صرف ان کے مسلکی تعصب کا آئینہ دار ہے۔ ہم غایۃ المقصود پر تبصرہ میں عرض کر آئے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ یا ان کے رفقاء کے متعلق طعن وتشنیع کا یہ الزام محض افتراء اور غلط بیانی ہے۔ ایسے کسی ایک مقام کی بھی نشان دہی نہیں کی جا سکتی۔ لیکن اگر امام صاحب کے بعض فقہی مسائل پر تنقید وتبصرہ کا نام طعن اور سب وشتم ہے تو ہم عرض کریں گے کہ

عس این گناہ ایست کہ در شہر شما نیز کنند

اس 'جرم' میں وہ تنہا نہیں بلکہ ان کے ہمنوا امام صاحب رح کے شاگردان رشید قاضی ابو یوسف رح اور امام محمد رح بلکہ دیگر تلامذہ مثلاً امام زفر رح امام عبد اللہ ابن مبارک وغیرہ بھی ہیں۔ جنہوں نے اپنے استاد سے اصول وفروع میں جائز وناجائز اور حلت وحرمت کے مسائل میں اختلاف کیا ہے تو کیا مولانا سہارنپوری یا ان کے ہم نوا ان کے متعلق بھی یہی رائے دینے کے لیے تیار رہیں۔! دیدہ باید۔!